Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقیق

جلد نمبر 07، شمارہ نمبر 01، جون-2026

ادبِ اطفال کے تناظر میں رانی کیتکی کی کہانی کا تجزیاتی مطالعہ

An analytical study of ‘’Rani Keteki’s Story‘’in the cotext of Childern’s Literature

Farhat Shaheen,
M.phill Scholar,
Dep of Urdu Language & Literature Univeristy of Sargodha.

فرحت شاہین
ایم فل اسکالر،
شعبہ اردو زبان اور ادب، یونیورسٹی آف سرگودھا

Dr Rizwana Naqvi
Assistant Professor
Dep of Urdu Language & Literature Univeristy of Sargodha.

ڈاکٹر رضوانہ نقوی
اسسٹنٹ پروفیسر
شعبہ اردو زبان اور ادب، یونیورسٹی آف سرگودھا

ISSN
eISSN: 2789-6331
pISSN: 2789-4169

Copyright: © 2026 by the authors. This is an open access article distributed under the terms and conditions of the Creative Commons Attribution (CC BY) license

Abstract The origin and development of children's literature in Urdu began with poetry. During the Deccani period and the early phase of North Indian Urdu literature, works written for children were primarily in verse. Until the end of the eighteenth century, there was no significant prose work that could properly be classified as children's literature. In 1793, the renowned Lucknow-based poet and writer, Insha Allah Khan Insha, wrote "Rani Ketki Ki Kahani", the first prose work specifically intended for children. This story is regarded not only as the earliest prose contribution to Urdu children's literature but also as a starting point for fictional prose in both Urdu and Hindi. For this reason, it is often considered the foundation stone of children's literature in this languages.The most distinctive feature of Rani Ketki Ki Kahani is its language. Insha deliberately avoided the use of Arabic, Persian, and Turkish vocabulary and instead employed a purely indigenous Indian linguistic style, rich in local expressions and idioms. As a result, the work became a unique linguistic experiment and an important milestone in the evolution of Urdu prose. It is simple, fluent, and engaging language makes it appealing to young readers, while its literary significance secures its place among the earliest and most remarkable examples of Urdu prose writing.

Keywords:Insha Allah Khan Insha, Rani Ketki Ki Kahani, Moral aspects, story telling, imaginative elements, children intellect, Character building, social values,courage & loyalty.

بچے اور کہانی کا ساتھ صدیوں پرانا ہے، رابندر ناتھ ٹیگور نے کہا تھا کہ "ٹھیک سے دیکھنے پر بچے جیسا پرانا اور کچھ نہیں"(1) باوجود اس کے کہ ہزاروں سال کے تمدنی سفر میں انسان میں بے حد تبدیلیاں آئی ہیں، لیکن بچہ اپنی نوع میں ہزاروں سالہ قدیم فطرت ہی کی نمائندگی کر رہا ہے۔ بچہ روزِ ازل ہی سے جتنا خوبصورت، بھولا بھالا، معصوم اور پیارا تھا وہ آج بھی ویسا ہی ہے۔ خالص اور بے ملاوٹ مگر جوں جوں وہ بڑا ہوتا ہے اپنے سماجی حالات اور ذاتی خوہشات کے تابع اپنی معصومانہ فطرت اور خالص پن سے دور ہوتا جاتا ہے۔ ایسے میں اس کی نفسی، اخلاقی اور سماجی اصلاح اور ترقی کے لئے کسی خاص عملی نمونے کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کی دلچسپی، امید اور خیال کا محور بنے اور بچہ اس کامل نمونے کو ذہن میں رکھتے ہوئے خود کو پسندیدہ پیکر میں ڈھال سکے۔ ابتدا ہی سے یہ ذمہ داری کہانیوں اور داستانوں کے سر رہی ہے۔ جس میں پیش کردہ ہیرو، مہمات اور معرکے نا صرف بچے کی دلچسپی کا سامان بنتے تھے بلکہ بچے (ابتدا تا لڑکپن وجوانی) خود کو کہانی کے پسندیدہ کرداروں میں ڈھال کے ان کے جیسا بننے کی کوشش کرتے تھے۔ بچوں کی اسی نفسی، قلبی اور فکری تسکین، خوشی یا بہلاوے کے لئے جو کہانیاں، لوک گیت یا لوریاں وجود میں آئیں انہیں "بچوں کا ادب" کہتے ہیں یہ سفر ہزاروں سال پہ محیط ہے لیکن دورِ حاضر میں بچوں کے ادب میں جن کتب، کہانیوں یا تحریروں کو شامل کیا جاتا ہے وہ زیادہ قدیم نہیں ہیں۔ ان کا عرصہ زیادہ سے زیادہ دو سو سال پر محیط ہے۔ جبکہ نسلِ انسانی کا ہر بچہ خواہ وہ مشرق سے وابستہ ہو یا مغرب سے سینکڑوں ہزاروں سالوں سے اپنے بڑوں سے لوریاں کہانیاں اور قصے کہتا سنتا چلا آرہا ہے۔ اس حوالے سے برٹینکا انسائیکلوپیڈیا میں درج ہے کہ:

It is at all surprising that books suitable for boys and girls began to appear

Only about 200 years ago, yet stories which children enjoyed were told

By words of mouthfor countless generations.(2)

یعنی یہ حیرتناک امر ہے کہ وہ کتابیں جو (بچوں) لڑکے اور لڑکیوں کے لئے مناسب تصور کی جاتی ہیں وہ تقریباً دو سو سال پہلے نمودار ہونا شروع ہوئیں، جبکہ بچوں کو محظوظ کرنے والی کہانیاں ان گنت نسلوں اور صدیوں سے زبانی کلامی سنائی جارہی ہیں۔ عہدِ قدیم کی کہانیاں مختلف قبائل کے جنگجوانہ معرکوں اور حیرت انگیز مسافرت سے متعلق تھیں۔ جو بچوں اور بڑوں دونوں کے لئے یکساں دلچسپی کا سامان بنتی تھیں۔ خاندان کے بزرگ چھوٹے بچوں کو اپنی کہانیاں نسل در نسل سناتے چلے آئے ہیں کہ جو عجائبات زندگی اور انسانی حیات کے فکر و عمل سے متعلق ہوتی تھیں۔ اس حوالے سے راتیں چونکہ لمبی اور سنسان ہوتی تھیں اس حوالے سے چونکہ راتیں لمبی اور سنسان ہوتی تھیں چنانچہ کہانی وقت گزاری، یاد آوری، اخلاقی تربیت

، عقل و دانش، انسانی اور خاندانی کارناموں اور معرکوں کے حوالے سے اہم امر تھی۔ لیکن تاریخ عالم کا مطالعہ کریں تو دلچسپ صورتحال نظر آتی ہے کہ دنیا کے مختلف علاقوں میں سنائی جانے والی کہانیوں میں ایک دوسرے سے مماثلت اور مشابہت پائی جاتی ہے۔ یہ مماثلت سیر و سیاحت، معرکہ آرائی، جد وجہد، جوش، ولولے اور بہادری کے حوالے سے خاص طور پر قابل تذکرہ ہے۔ یہ صورتحال طباعت کے عام ہونے سے پہلے مسلسل فعال تھی طباعت کی ایجاد سے سے پیشتر بہت کم کتابیں بچوں کے لیے لکھی ہوئی ملتی ہیں۔ اس کی ایک وجہ تعلیم و تدریس کا عام نہ ہونا بھی تھا۔ کیونکہ ہاتھ سے لکھی گئی کتب کو زمانہ قدیم میں بہت کم بچے پڑھ پاتے تھے اور جو پڑھتے تھے وہ بھی امراء یا رئیس زادے تھے جن کی تعلیم و تربیت کا خصوصی انتظام کیا جاتا تھا۔ تحقیقی طور پر دریافت شدہ قلمی نسخے بیشتر لاطینی زبان میں تھے کیونکہ روم کے زوال کے بعد گرجا گھروں میں بھی رومن زبان مستعمل نہ رہی تھی۔ تاریخی کھوج بچوں کے ادب کے حوالے سے بشپ(Bishop Aldhehm)بشپ ایلڈ ہم کا نام سامنے لاتی ہے کہ جس نے سب سے پہلے بچوں کے ادب کی تخلیق کی۔ بشپ کا تعلق انگلینڈ سے تھا جس نے بچوں کے حوالے سے سوال نامے اور معلومات لاطینی زبان میں تحریر کیں۔ بشپ ایلڈم کے بعد ویز ایبل بیڈ(Venerable Bed)نے لڑکوں کے لیے مشقی اسباق پر مشتمل کتاب لکھی الفرڈ دا گریٹ(Alpherd the Great)نے بچوں کے ادب پر متوجہ ہوتے ہوئے دیگر زبانوں سے بچوں کے لیے بہت سی کتب ترجمہ کروائیں سینٹ انسولم آرک بشپ آف کنٹر بری(Canterbury Saintanslem Archbishop of)نے سب سے پہلے انسائیکلوپیڈیا تیار کی جو بچوں کی عام معلومات میں اضافے کے لیے خزانے کا درجہ رکھتی ہے۔ بچوں کے عالمی ادب میں ہندوستانی سرزمین اولیت کا درجہ رکھتی ہے (3)۔ تاریخی و ادبی طور پر ہندوستانی کہانیوں کی اہمیت مسلم ہے اس حوالے سے سب سے اہم نام سنسکرت کی مشہور ترین تصنیف "پنچ تنتر" ہے جو عالمی ادبی ورثے کا سب سے اہم حوالہ ہے۔ اس کی کہانیاں بچوں ہی نہیں بڑوں میں بھی یکساں مقبول اور اہم خیال کی جاتی ہیں۔ ہندوستان سے یہ کہانیاں فارسی ترجمے کے ذریعے پہلے ایران اور پھر باقی دنیا تک پہنچیں۔ اس مقام پر یہ بات واضح کرنا لازم ہے کہ دراصل بچوں کا ادب کہا کسے جاتا ہے اس حوالے سے متعدد آراملتی ہیں، لیکن شفیع الدین نیر کی وضاحت توجہ طلب ہے: کہ بچوں کے ادب سے مراد نظم و نثر کا وہ ذخیرہ ہے کہ جو بالخصوص بچوں کے لیے لکھا گیا ہو، یا اپنی معنویت اور افادیت کے اعتبار سے بچوں کے لیے موزوں ہو یا یوں سمجھیے کہ جو ادب چار یا پانچ سال کی عمر سے 13 سے 14 سال تک کے بچوں کے لیے مخصوص ہو ایسا ادب بچوں کا ادب کہلائے گا۔ بلاشبہ بچوں کے ادب کو بھی ان اقدار اور خصوصیات کا حامل ہونا چاہیے جو کسی بھی زبان کی نظم و نثر کو ادب کا درجہ بخشتی ہیں۔ ان تحریروں میں خیال کے رفعت، جذبے کی صداقت، زبان کی لطافت اور بیان کا حسن شامل ہے (4) اس امر کی مزید وضاحت انسائیکلوپیڈیا برٹینکا سے ہو جاتی ہے:

By chidren Literature, is meant three kinds of writings, important

Research Journal
Tahqeed تحقیق مجلہ تحقید

جلد نمبر07، شمارہ نمبر01، جون-2026

In the lives of young people as they grown up.In the first place the

Term included all of the different kinds of stories written especially

For boys and girls ......secondly it refers to traditional and folk

literature,the collection of fairy tales. Finally it includesthe

books written for children have claimed as their own.(5)

یعنی بچوں کے ادب میں وہ تمام کتب شامل ہیں جو خاص طور پر بچوں کے لیے لکھی گئی ان میں کہانیاں بھی شامل ہیں اور دیگر نوع کا ادب بھی اور وہ کتابیں بھی کہ جو لکھی تو بڑوں کے لیے گئی تھیں مگر بچوں نے انہیں اپنا لیا۔ نفسیاتی حوالے سے دیکھا جائے تو بچوں کے ادب کا بنیادی مقصد ان نفسی عناصر کی ساخت اور اصلاح ہے کہ جو انسانی ذہن کو صحت مند، فعال اور اعلیٰ اخلاقی اقدار کی طرف مائل کرتے ہیں جن سے بچے کی بطور انسان بہترین تربیت ہوتی ہے اور وہ سماجی اور انسانی حوالے سے ایک بہترین نمونہ بن کر سامنے آتے ہیں۔ بچوں کے ادب میں کچھ، ادب تو عالمی ادبی ورثے کا مشترکہ اثاثہ ہوتا ہے اور باقی ماندہ بیشتر ادب اپنے سماجی، اخلاقی، تہذیبی اور تمدنی دائروں میں قید کیونکہ جس ملک یا سماج کے لیے ادب لکھا جا رہا ہوتا ہے اس کا اثر لامحالہ طور پر اس ادب پر پڑنا لازم ہے۔ اس بنا پر مختلف معاشرتی تناظرات رکھنے والی کہانیاں تمام معاشروں میں یکساں مقبول نہیں ہوتیں لیکن ایسی کہانیاں جن کی بنیاد عالمی انسانی، اخلاقی اصول و قوانین پر ہو بہت حد تک تمام معاشروں میں یکساں مقبولیت پاتی ہیں۔ بچوں کے ادب میں بادشاہوں، شہزادوں، شہزادیوں کی کہانیاں، نظمیں، لوریاں گیت جنوں پریوں کی کہانیاں جادوئی قصے اخلاقی مضامین، سماجی، تعلیمی اور خانگی زندگی کے معمولات سے متعلقہ مواد، کھیل کود کے واقعات اور سیر و سیاحت کے قصے وغیرہ سبھی شامل ہیں۔ "رانی کیتکی کی کہانی"(6) ادب اطفال کے اولین حوالوں سے متعلق ہے جن میں دور قدیم سے جدید تک بادشاہوں، شہزادوں اور شہزادیوں کے قصے بیان کیے جاتے ہیں۔ ادبِ اطفال میں عمر کے لحاظ سے تقسیم کی جائے تو اس قصے کا تعلق بچوں کے بچپن کی آخری سرحد یعنی بلوغت سے ہے۔ "رانی کیتکی کی کہانی" محض ادب اطفال کے نادر نمونے کے طور پر ہی نہیں بلکہ اردو زبان کے لسانی حوالے کے طور پر بھی اہم ہے۔ ڈاکٹر مظفر حنفی کے بقول: "رانی کیتکی کی کہانی" نا صرف بچوں کی سب سے پہلی نثری تصنیف ہے بلکہ ہندی اور اردو دوزبانوں کے افسانوی ادب کی ابتدا ہی انشااللہ خان انشا کی اسی تصنیف سے ہوتی ہے۔ اس کہانی کو بچوں کے ادب کا سنگِ بنیاد کہا جا سکتا ہے"(7)۔ یہ کہانی اپنے عہد کی فکری، تہذیبی اور لسانی زندگی کی نمائندہ اور اردو نثر کی ایسی اہم اور منفرد کاوش ہے جس نے اردو

زبان کے ارتقا، داستانوی روایت اور ہندوستانی تہذیب کے اظہار میں نمایاں کردار ادا کیا۔ یہ کہانی نہ صرف اردو نثر کے ابتدائی نمونوں میں شمار ہوتی ہے بلکہ اس لحاظ سے بھی اہم ہے کہ اس میں فارسی و عربی الفاظ سے گریز کرتے ہوئے خالص ہندوستانی زبان کے استعمال کی شعوری کوشش کی گئی۔ اس حوالے سے خود انشاء کا کہنا قابلِ وقعت ہے کہ:

"یہ وہ کہانی ہے جس میں ہندی چھٹ کسی اور بولی کا نہ میل ہے نہ پٹ۔ سر جھکا کر ناک رگڑتا ہوں

اس اپنے بنانے والے کے سامنے جس نے ہم سب کو بنایا اور بات کی بات میں راہ کر دکھایا جس کا بھید

ہم سب کو نہ بتایا۔(8)

انشاؔ اللہ خان انشاؔ (1756ء–1817ء) اردو کے ممتاز شاعر، ادیب، ماہرِ لسانیات اور صاحب طرز مصنف تھے۔ شاعری کے ساتھ نثری تجربات میں بھی ان کی شہرت ہے۔ "رانی کیتکی کی کہانی" کے ذریعے انہوں نے یہ باور کروایا کہ اردو زبان تخلیقی اظہار کے لئے مقامی عناصر پر بھی بھروسہ کر سکتی ہے۔ اس کہانی میں انشاء نے زبان کے ایک مخصوص تجربے کے ذریعے یہ ثابت کیا کہ اردو زبان میں اب اتنی سکت پیدا ہو چکی ہے کہ وہ با آسانی تہذیبی، سماجی، ادبی و لسانی دائروں میں فنّی اظہار کی طرف مائل ہو۔ "رانی کیتکی کی کہانی" دیسی ماحول، ہندوستانی رسوم وروایات، تہذیبی فضا، محاورات، روزمرہ حیات اور عوامی زندگی و مزاج کی عکاسی کے سبب اردو ادب میں ایک منفرد مقام رکھتی ہے۔ بچوں کے ادب کے حوالے سے یہ ایک اہم نکتہ ہے کیوں بچوں کی سماجی و اخلاقی تربیت کے لئے ایسی کہانیوں کا فروغ پانا کہ جن میں مقامی ماحول و سماجی تربیت کا رنگ دلچسپی کے امور سمیت موجود ہو، ادب اطفال کا اہم فریضہ ہے۔ رانی کیتکی کی کہانی" میں یہ تمام عناصر موجود ہیں۔ یہ ایک مختصر نثری داستان ہے جس میں شہزادی کیتکی کے حسن و جمال،، مسائل و مشاکل، سفر اور مہم جوئی کو دلفریب انداز میں پیش کیا گیا ہے اس مختصر نثری داستان میں داستانوی عناصر کی رنگینیاں، بہادری، کشاکش، جادوئی عناصر، غیب کی امداد، مافوق الفطرت واقعات کے ساتھ ساتھ سبق آموزی، کردار نگاری، عزت، غیرت و حمیت کا رنگ بھی موجود ہے۔ جس کے ذریعے لڑکے اور لڑکیوں دونوں کی اخلاقی، فکری، سماجی و کرداری تربیت کا سامان کیا گیا ہے۔ نیز یہ کہانی اتنی دلچسپ ہے کہ اسے پڑھتے چلے جانے کو جی چاہتا ہے۔ کہانی کا مختصر تعارف کچھ یوں ہے کہ:

ہندوستانی راجا سورج اودے بھان کا اکلوتا بیٹا کنور اودے بھان جو حسن و جمال اور ہنر و کمال میں یکتا تھا، اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ایک روز گھوڑے پر سوار شکار کو نکلا، داستانوی روایت کے عین مطابق شہزادہ ایک پھرتیلی ہرنی کا تیزی سے پیچھا کرتے کرتے اپنے ساتھیوں سے جدا ہو، راستہ

بھٹک کے اک سنسان اور اجنبی جگہ پہ جا پہنچا۔ اتنی دیر کی بھاگ دوڑ اور مشقت نے اسے تھکا ڈالا تھا، بھوک، پیاس و تھکاوٹ سے پریشان شہزادہ ڈھلتی رات کے پیشِ نظر شب گزرانی کے سبب کے لئے جگہ تلاش کرنے لگا۔ کچھ دیر کی تلاش، بھٹک کے بعد اسے دور ایک آم کا باغیچہ نظر آیا جس میں رنگ برنگے پیراہن پہنے ناریاں اٹھکیلیں اور چہلیں کرتی جھولے جھول رہی تھیں۔ وہ مدد لینے کو قریب پہنچا تو وہ ایک اجنبی کو دیکھ کر ڈر گئیں، ایسے میں ایک ناری جو سب سے خوبصورت اور رعب داب والی تھی آگے بڑھی اور اس نے شہزادے کو اس بے جا اور بلا اجازت مداخلت پہ ڈپٹا، جواب میں شہزادے نے اپنی بپتا کہہ سنائی اور مدد کی درخواست کی۔ شہزادی نے مصنوعی ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے اسے اپنے ٹھکانے کے قریب شب بسری کی اجازت دے دی۔ مگر وہ دونوں پہلی نظر میں ہی پیکانِ عشق کا شکار ہو چکے تھے۔ رات جب زیادہ ڈھلی تو شہزادی اپنی سہیلی "مدن بان" کے وسیلے سے شہزادے کے قریب آئی دونوں میں عشق و محبت کے عہد و پیمان اور اکٹھے جینے مرنے کے وعدے ہوئے۔ صبح دم سب اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوئے مگر شہزادے اور شہزادی دونوں کے لئے یہ جدائی جان لیوا تھی۔ خاص طور پر "کنور اودے بھان" جس کے لئے "، شہزادی کیتکی " کی جدائی کے سبب زندگی بے رنگ و بے معنی ہو گئی تھی۔ وہ خاموش، اداس، ملول و دل گرفتہ رہنے لگا۔ شہزادے کے ماں باپ اپنے اکلوتے بیٹے کی یہ حالت دیکھ کر تڑپنے لگے، انہوں نے منت، سماجت اور آہ و زاری سے شہزادے کے دل کا روگ جاننا چاہا۔ شہزادے نے شرم و حیا کے سبب منہ سے کچھ کہنے کی بجائے، اپنا حالِ دل لکھ بھیجا۔ سورج بھان کو جب سارے سلسلے کی خبر ہوئی تو اس نے اپنا ایک تیز رفتار قاصد بغرضِ رشتہ، "جگت پرکاش "رانی لکیتکی کے پاس روانہ کیا۔ مگر یہاں سماجی اونچ نیچ اور کمتری و برتری آڑے آئی، جگت پرکاش نے رشتے کا مثبت جواب دینے کی بجائے، غضبناک ہو کر سماجی و شاہی روایات کے خلاف مذکورہ قاصد کو گرفتار کر لیا۔ یہ خبر جب سورج بھان کو ملی تو اس نے جواباً جگت پرکاش کے ملک پر چڑھائی کر دی اور ایک خونریز جنگ شروع ہو گئی۔ اس جنگ میں سورج بھان کا پلڑا بھاری تھا۔ قریب تھا کہ جگت گرو شکست کھا جاتا، رانی کیتکی اپنے باپ کی مدد کو آئی اور وہ اپنے گرو مہندر گر جادو گر کو مدد کے لئے بلا لائی۔ مہندر گرو نے اپنے جادو کے زور سے، سورج بھان، اودے بھان اور اس کے لشکر کو جانوروں میں تبدیل کر دیا۔ جاتے ہوئے مہندر گر جادو گر ایک چمتکاری بھبھوت، جگت پرکاش کو دے گیا جس کی خاصیت یہ تھی کہ اس لگانے والا خود غائب ہو کر سب کو دیکھ سکتا تھا۔ جنگ کی فتح کے بعد رانی کیتکی اس قدر بے چین ہوئی کہ اس نے بہانے سے وہ بھبھوت حاصل کی اور شہزادے اور اس کے لشکر کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئی۔ شہزادی کی گمشدگی نے جگت پرکاش اور تمام لوگوں کو بے حد پریشان کر دیا۔ ایسے میں شہزای کی سہیلی مدن بان شہزادی کی تلاش کو نکلی اور شہزادی کو ڈھونڈنے میں کامیاب ہو گئی۔ راجا جگت گرو کو جب شہزادی کے عشق کی دیوانگی کا حال معلوم ہوا تو وہ اپنے سابقہ عمل پر پچھتایا اور اس نے اپنے گرو مہندر گر کو دوبارہ طلب کیا اور سورج بھان، اودے بھان اور ان کے لشکر کو ٹھیک کر دینے کی التجا کی۔ اس ساری کارروائی کے بعد دونوں راجا

Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقیق

جلد نمبر07، شمارہ نمبر01، جون-2026

آپس میں مل بیٹھے اور انہوں نے شہزادے اور شہزادی دونوں کی شادی دھوم دھام سے کر دی۔ یوں کہانی کا انجام دعائیہ کلمات اور خوشی کے لمحات کے ساتھ ہوا۔

دیکھا جائے تو اس نوع کے بے شمار قصے اردو داستان کا پلاٹ بنتے ہیں۔ جن میں کسی شہزادے، شہزادی کی اچانک ملاقات، پہلی نگاہ کے عشق کا سلسلہ، ہجر ورقابت، مسائل ومشکلات کا در آنا، مافوق الفطرت طاقتوں کے برسر عمل ہونے سے مصائب میں گرفتار ہونا اور بالآخر مشکل کشائی کے کسی وسیلے سے تمام مسائل ومعاملات کا حل ہونا، کہانی یا داستان کے ہیرو ہیروئین کا ہنسی خوشی زندگی کا از سرِنو آغاز کرنا اور کہانی کا دعائیہ اور طربیہ اختتام شامل ہے۔ اس کی ایک وجہ شاید یہ بھی تھی کہ عہدِ جدید کی طرح زندگی اس قدر پیچیدہ حالات وواقعات اور نفسی کشاکش پر مبنی نہ تھی، دوسرا کہانیاں یا داستانیں تفریحِ طبع یا وقت گزرانی کے لئے لکھی جاتی تھیں۔ تیسرا ان کہانیوں کے ذریعے بچوں یا بڑوں کو کوئی رول ماڈل دینا ہوتا تھا جو حسن، نزاکت، نفاست، زباں دانی، شرافت ونجابت، کردار سازی، شرم وحیا، شجاعت وغیرت، ایفائے عہد، ثابت قدمی، ایثار ومروت، اعلیٰ ظرفی اور عظمتِ اخلاق و کردار کا نمونہ بنے۔ اردو ادب کی تقریباً تمام داستانیں اسی فارمولے پر لکھی گئی ہیں، دلچسپی، مہم جوئی اور معرکہ آرائی کے لئے ان میں مافوق الفطرت کرداروں اور طاقتوں کو بھی شامل کر دیا جاتا ہے جس سے دلچسپی، سنسنی خیزی اور اثر انگیزی بڑھ جاتی ہے (یہ صورتحال مشرق ومغرب دونوں کے داستانوی ادب میں بہت حد تک یکساں ہے)۔ "رانی کیتکی" کی کہانی ان تمام روایتی لوازم سے پر ہے۔ لیکن انشاء چونکہ ایک منجھے ہوئے فنکار تھے سو انہوں نے روایتی داستان بیانی میں بھی مہارت دکھائی ہے۔ سب سے پہلے یہ مہارت اندازِ تحریر اور زبان کی ہے کہ جہاں انہوں نے "خالص ہندوستانی" زبان کا نمونہ پیش کیا ہے، انشاء کا دعوی ہے کہ اس کہانی میں ایک بھی لفظ کسی غیر زبان کا شامل نہیں، یہ زبان بیک وقت، ہندی، اردو اور کھڑی بولی کہی جاسکتی ہے۔ انشا کے لئے یہ کہانی محض تفریح نہیں بلکہ زبان دانی کا ایک تجربہ بھی تھا۔ انہوں نے ایسی نثر لکھنے کی کوشش کی جو غیر زبانوں کے اثرات سے پاک ہو۔ جس میں عربی، فارسی، ترکی رنگ جھلکی بجائے خالصتاً ہندی آہنگ واثر واضح ہو۔ یہی سبب ہے کہ یہ کہانی اردو لسانی تاریخ میں ایک تجرباتی اور تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ دراصل اٹھارہویں سماجی، ثقافتی، سیاسی واقتداری سطح پر مسلسل قدیم وجدید اور مقامی وغیر مقامی کے درمیان برسرِپیکار مسلسل حیاتیاتی تبدیلیوں کی زد پہ تھی۔ علاقائی طاقتوں کا عروج، مغلیہ سلطنت کا زوال، اور بیرونی حملہ آوروں میں انگریزوں کی یلغار سے سماج ہی نہیں ادب میں بھی فوری وہنگامی تبدیلیاں پیدا ہو رہی تھیں، نئے رجحانات میں سکہ بندی اور کلاسیک کے مقابل ثقافت ومقامیت فروغ پا رہی تھی۔ اس دور میں ایک مشترکہ زبان جس "اردو" کہا جاتا تھا فارسی، عربی وترکی اثرات سے مملو اپنا سر ابھار رہی تھی، درباروں میں فارسی کا چرچا تھا اور عوامی سطح پر ہندوستانی زبانیں مقامی بولیاں پھل پھول رہی تھیں۔ انشاؔ نے اس ماحول کو اپنی جدت طرازی سے چونکا دیا اور خالصتاً ہندوستانی زبان

Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید

جلد نمبر 07، شمارہ نمبر 01، جون-2026

میں فارسی داستانوی روایت کو پیش کرتے ہوئے یہ بات ثابت کرنے کی کامیاب کوشش کی کہ "اردو زبان" محض فارسی کی منتِ احسان نہیں بلکہ مقامی اظہار اور ہندوستانی تہذیب و ثقافت کی نمائندہ بھی ہو سکتی ہے۔

کسی دیس میں کسی راجا کے گھر ایک بیٹا تھا، اوسے اوس کے ما، باپ اور سب گھر کے لوگ کنور اودے بھان پکارتے تھے۔ سچ مچ اوس کے جوبن کی جوت میں سورج کی ایک سوت آملی تھی۔ اوس کا اچھاپن اور بھلا لگنا کچھ ایسا نہ تھا جو کسی کے لکھنے اور کہنے میں آسکے۔(9)

کسی بھی بچے کی کرداری و سماجی تربیت کے لئے تہذیبی آگہی سب سے اہم نقطہ ہے۔ کیونکہ اگر بچہ اپنے رسوم و رواج، اٹھنے، بیٹھنے، پہننے اوڑھنے، نشست و برخاست کے آداب، مذہبی، اخلاقی و سماجی اقدار سے آگاہ نہیں ہو گا تو وہ کبھی بھی اچھا شہری و کامیاب انسان نہیں بن سکے گا۔ "رانی کیتکی کی کہانی" کی سب سے بڑی خصوصیت اس کی تہذیبی نمائندگی ہے۔ اس میں ہندوستانی معاشرت کے مختلف پہلو نمایاں ہوتے ہیں۔ کہانی میں راجاؤں کے محل اور درباری معاملات، راج گھرانوں کے رسوم و رواج، پہناوے زیورات، تقریبات، نشست و برخاست، رکھ رکھاء اور رہن سہن کے ایسے مناظر ملتے ہیں جو قدیم ہندوستانی معاشرے کی تصویر پیش کرتے ہیں۔ "رانی کیتکی "کا کردار محض حسن کی علامت نہیں بلکہ ہندوستانی عورت کی روایتی غیرت و لاج، ہمت و استقامت، صبر و حوصلے کا بھی غماز ہے۔ اس کردار کے ذریعے انشا نے ہندوستانی و انسانی معاشرے میں بچوں کی کرداری خصوصیات کو جِلا بخشنے کی کوشش کی ہے۔

وہی جھولنے والی لال جوڑا پہنے ہوئے، جس کو سب رانی کیتکی کہتے تھے۔ اوس کے بھی جی میں اوس کی چاہ نے گھر کیا پر کہنے سننے کو بہت سی ناہ نوہ کی اور کہا: "اس لگ چلنے کو بھلا کیا کہتے ہیں؟ ھک نہ ھک جو تم جھٹ سے ٹپک پڑے، یہ نہ جانا جو یہاں رنڈیاں اپنی جھول رہی ہیں۔ اجی تم جو اس روپ کے ساتھ بے دھڑک چلے آئے ھو، ٹھنڈی ٹھنڈی چھانہ چلے جاؤ۔ "(10)

انسانی کردار کی تہذیبی جھلکیوں کے ساتھ ساتھ اس کہانی میں ہندوستانی میلوں، ٹھیلوں، تہواروں اور دیگر ثقافتی و سماجی تقریبات کا رنگ واضح ہے۔ انشاء اپنے عہد کی مجلسی و تہذیبی حیات سے خوب واقف تھے۔، سو انہوں نے شعوری طور پر اس کہانی کے ذریعے بچوں کو ہندوستانی تہذیب نمونوں سے روشناس کروانے کے ساتھ ساتھ، اس قدیم تہذیب کو آئندہ نسلوں کے لئے محفوظ کرنے کی بھرپور کوشش کی انہوں نے درباری آن بان

کی حامل روایتی زبان کی بجائے اپنے اظہار کے لئے مقامی زبان کو چنا اور اسے کامیاب بنانے کے لئے عام لوگوں کی بات چیت، محاورے اور روزمرہ زندگی کے لوازم کو شامل کیا، یوں تخلیق ہندوستانی تہذیب و ثقافت کی نمائندہ بن گئی۔ اردو زبان و تہذیب اشتراکی مزاج رکھتی ہے اور مختلف النوع مختلف ثقافتوں کے میل جول سے خود کو نکھارتی رہی ہے۔ ہندوستانیت کا رنگ اس میں خاصا گہرا ہے۔ انشا نے اس ایک رنگ کی چھوٹ سے بیسیوں رنگ پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ "رانی کیتکی کی کہانی" میں ہندوستانی تہذیب کا وہ رنگ، وہ پہلو موجود ہے کہ جس میں مقامی و سماجی روایات، قدیم داستانوی تصورات اور زبان کے جدید قرینے آپس میں مل کر ایک ہو جاتے ہیں۔ انشا نے لسانی سطح پر یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اردو زبان و ادب کسی ایک ثقافت یا کسی مخصوص دائرے تک محدود نہیں بلکہ یہ زبان ہر نوع کے لسانی و تہذیبی تجربے کو خود میں سمونے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ انشاء کے پیشِ نظر لسانی سطح پر چونکہ ہندوستانی زبان کی پیشکش تھی چنانچہ انہوں نے کہانی اور اس کے کرداروں کا تمام خاکہ مقمیت سے ہی ابھارا ہے۔ ’اس کہانی کے سب کرداروں کے نام اسم بامسمہ اور ہندوستانی تہذیبی روایت سے منسلکہ ہیں۔ (سورج بھان، کنوراودے بھان، جگت پرکاش، کیتکی، مدن بان اور مہندر گر) ایسے نام ہیں جو ہندو مذہب اور ہندوستانی روایت اور عقائد کے اعتبار سے خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ قصے کے باہمی انسلاک کے تناظر میں ان ناموں کا چناؤ انشاءاللہ خان انشاء کی تخلیقی قوت، لفظی معنویت پہ دسترس، اور پیش کردہ تہذیب سے خصوصی آگاہی پر دال ہے۔ اس کا ایک سبب دارسی و عربی لسانی سانچوں سے اختیاری دوری بھی ہے کیونکہ انشا ان دونوں زبانوں کے جاندار اثرات سے دور اک ن ءی نلسانی روایت قائم کرنا چاہتے تھے، اور اس کیں وہ کامیاب بھی رہے ہیں۔ غالباً یہ اردو کی پہلی داستان ہے جو ہندوستانی رسم ورواج، معاشرت اور تہذیب کو بنیاد بنا کر لکھی گئی ہے۔ ایسا کرنے سے انشا کو یہ فائدہ ہوا کہ کرداروں کے سماجی، ثقافتی اور معاشرتی پس منظر کو بیان کرنے کے لئے انہیں اردو یا ہندوستانی الفاظ دستیاب ہو گئے۔

"کنوراودے بھان نے اپنی انگوٹھی رانی کیتکی کو پہنا دی اور رانی کیتکی نے اپنی انگوٹھی کنور کی انگلی میں ڈال دی۔ (11)

یہ سنتے ہی ما، باپ دونوں کنور کے پاس دوڑے آئے، گلے لگایا، مونہ چوما، پانوں پر بیٹے کے گر پڑے، ھاتھ جوڑے کہا: "جو اپنے

جی کی بات ھے، سو کہتے کیوں نہیں؟ کیا وہ دکھڑا ہے، جو پڑے پڑے کراہتے ھو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(12)

کنوراودھے بان، وہ جو بولتے ھی نہ تھے، انھوں نے لکھ بھیجنے کا آسرا پاکے اتنا بولے، اچھا آپ سدھاریے میں لکھ بھیجتا ہوں۔ (13)

رشتوں میں رکھ رکھاؤ، جذباتی تہذیب و ٹھہراؤ، شرم و جھجک، حجاب و قرینہ و پاسِ وضع جو مشرقی تہذیب کا خاصا ہے اس داستان میں قدم قدم پہ نظر آتا ہے، جرات، ہمت و شجاعت اگر مرد کا خاصا ہے تو، شرم وحیا اور رکھ رکھاؤ بھی مشرقی مرد کا طرہ ءامتیاز ہے۔رانی کیتکی جو آتشِ عشق سے بے حال ہے، جس کے لئے کنور اودے بھان سے ایک پل دور ہونا بھی سوہانِ روح ہے، اپنے باپ کے انکار پہ ہجر کی آگ میں جلنے اور عمر بھر کی اذیت کو اپنے جذبات اور قلبی احساس پہ فوقیت دیتے ہوئے، کنور اودے بھان کے سنگ بھاگ جانے سے انکار کر دیتی ہے کیوں کہ اسے اپنے باپ کے عزت و غیرت اپنی جان اور محبت سے کہیں زیادہ عزیز ہے۔یوں یہ کہانی صنفی تخصص کے باوصف بچوں اور بچیوں کے لئے ہر نوع کا اعلیٰ اخلاقی درس دیتی نظر آتی ہے۔

کنور نے چپکے سے یہ لکھ بھیجا، اب میرا کلیجہ ٹکڑے ٹکڑے ہوا جاتا ہے، دونوں مہاراجوں کو آپس میں لڑنے دو، کسی ڈول سے جو ہو سکے

تو تم مجھے اپنے پاس بلالو ھم تم دونوں مل کے کسی اور دیس کو نکل چلیں۔ جو ھونی ھو سو ھو۔ سر رھتا ھے رھے، جاتا جائے۔(14)

اس کے جواب میں مشرقی روایت کی پروردہ رانی کیتکی لکھتی ہے کہ:-

اے میرے جی کے گاھک، جو تو مجھے بوٹی بوٹی کر چیل کوؤں کو دے ڈالے تو بھی میری آنکھوں چین کلیجے سکھ ھو۔

پر یہ بات بھاگ چلنے کی اچھی نہیں، اس میں ایک باپ دادے کو چٹ لگ جاتی ھے۔(15)

یوں "رانی کیتکی" محض ایک شہزادی ہی نہیں بلکہ روایتی ہندوستانی عورت کی نمائندہ بنتے ہوئے، عزت، حرمت، وفا، جاں سپاری اور امانت داری کا درس دیتی ہے۔ اور سنِ بلوغ کو پہنچتی ہوئی بچیوں کے لئے خصوصاََ اور دیگر قاریوں کے لئے عمومی طور پر رول ماڈل ثابت ہوتی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کی سہیلی مدن، بان، کیتکی کی ماں کی صورت میں عورت محض حسن و جمال کا شو پیس بن کر سامنے نہیں آتی بلکہ، کردار کی مضبوطی، تربیت کی سخت گیری، عزم و ہمت، مشکلات کے مقابل حوصلہ نہ ہارنے والی، وقار، عزت، عزم و عظمت کا روشن حوالہ بن کر کردار سازی کرتی ہے۔ یہ کردار اپنے عہد کے نمائندہ سماجی کردار ہیں جن کا حقیقی استعارہ رضیہ سلطانہ، جھانسی کی رانی اور حضرت محل جیسی ہندوستانی خواتین بنتی ہیں۔ ہندوستانی عورتیں جو مشکلات و مصائب میں ثابت قدم رہ کر اپنی شخصی و باطنی مضبوطی کا اظہار کرتی ہیں۔ یہ پہلو اس کہانی کو محض رومانوی داستان سے بلند کر کے

Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید

جلد نمبر 07، شمارہ نمبر 01، جون-2026

سماجی اور تہذیبی مطالعے کی اہم تخلیق بنا دیتا ہے۔"رانی کیتکی کی کہانی" اپنے عہد کی تہذیبی حیات کی آئینہ دار ہے۔ جہاں ہندوستانی سماج اور فکری زاویئے، احساس و جذبات اور سماجی اقدار کی جھلک دکھلاتی ہیں۔ یہ تخلیق اپنے عہد کے تہذیبی شعور کا تفہیمی آئینہ ہے۔

اس کہانی میں زبان، ادب اور تہذیب تینوں پہلو یکجا ہو گئے ہیں۔ اور یہ تینوں زاویے بچے کی تعلیم، تربیت اور عملی کردار کے لئے نہایت اہم ہیں۔ خاص طور پر انیسویں صدی کے ہندوستان میں کہ جب نو آبادیاتی تسلط کے تحت ہندوستانی تہذیب اپنی حقیقی شناخت، روایات اور کردار کھو رہی تھی۔ ایسے میں اک ایسا نثری تجربہ جو خالصتاََ ہندوستانی مزاج سے ہم آہنگ اور مشرقی اقدار کو فروغ دینے کی کوشش تھا، کسی کارنامے سے کم نہیں۔ اردو ادب کی بنیادی شناخت ہی مختلف تہذیبوں کے امتزاج سے قائم ہوئی ہے اور یہ مختلف تہذیبیں آپس میں مدغم ہو کر "ہندوستانی جوہر" کی صورت نمودار ہوئیں۔ "رانی کیتکی کی کہانی" کی صورت انشاء نے اس جوہر کو زبان و بیان، کردار و عمل فکر و فن ہر طرح سے آنے والی نسلوں تک پہنچانے کی بھرپور سعی کی ہے۔ اس کہانی کی زبان نے ہندوستانی معاشرے میں رہنے والے مختلف طبقات کے خیالات، جذبات اور تجربات کو اپنے اندر جذب کر کے، کہانی میں ہندوستانی ماحول، دیسی کرداروں، مقامی رسوم اور عوامی طرزِ احساس کو جگہ دی۔ اس لیے یہ کہانی صرف ایک قصہ نہیں بلکہ ایک تہذیبی دستاویز بھی بنتی ہے۔ یہ تخلیق ہمیں بتاتی ہے کہ اردو ادب نے ابتدا ہی سے مقامی ثقافت کو اہمیت دی اور اسے اپنے اظہار کا ذریعہ بنایا۔ انشاؔ کی یہ کوشش کہ وہ فارسی و عربی الفاظ سے الگ زبان میں کہانی لکھیں، دراصل زبان اور شناخت کے مسئلے سے تعلق رکھتی ہے اٹھارہویں صدی میں اردو فارسی کے مقابل اپنی شناخت بنا رہی تھی۔ انشاؔ نے اپنے تجربے سے یہ دکھایا کہ زبان کی اصل طاقت اس کے بولنے والوں کے روزمرہ، احساسات اور ثقافتی پس منظر میں ہوتی ہے۔ اگرچہ ان کا تجربہ مکمل طور پر عوامی زبان کی نمائندگی نہیں کرتا، لیکن اس نے زبان کے امکانات کو وسیع کیا اور آج کے بچوں اور کل کے جوانوں کے لئے اپنے تہذیبی و ادبی ورثے کی اہمیت جتلانے کی کوشش کی۔

مجموعی طور پر دیکھا جائے تو ادبِ اطفال کے حوالے سے "رانی کیتکی کی کہانی" اپنے عہد کی نسلِ نو اور آنے والے دور کے بچوں کے لئے ہندوستانی تہذیب و ثقافت کی ترجمانی کرتے ہوئے انہیں اپنے تہذیبی و ثقافتی ورثے سے روشناس کرواتی ہے۔ اس عہد میں روزمرہ بول چال اور محاورے کی زبان کو جو ہر بچے کی ابتدائی تعلیم کا نقشِ اوّلین تھی ادبی اہمیت تفویض کرتے ہوئے بلند مقام عطا کرتی ہے۔ داستانی ادب جو بچوں کی تربیت و کردار سازی کا اہم پہلو ہے اس روایت کو احسن طریقے سے محفوظ کرتے ہوئے اردو نثر کے ارتقا میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ اردو نثر کے ابتدائی دور میں ایسی تخلیقات کم تھیں جن میں تخلیقی آزادی، زبان کا شعور اور ادبی حسن ایک ساتھ موجود ہو "رانی کیتکی کی کہانی" کو اردو نثر کی بنیاد رکھنے والی اہم تخلیقات میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس کی اہمیت اس لیے بھی ہے کہ اس نے بعد کے نثر نگاروں کے لیے راستہ ہموار کیا۔ قصہ، داستان، ناول اور افسانے کی

Research Journal
Tahqeed
تحقیقی مجلہ تحقید

جلد نمبر 07، شمارہ نمبر 01، جون-2026

روایت کے ارتقا میں ابتدائی نثری تجربات کا بنیادی کردار رہا ہے۔ بچوں کی تربیت کے اصلاحی و عملی پہلوؤں کے ساتھ ساتھ یہ داستان فنّی حوالوں سے بھی قابلِ تذکرہ ہے۔ "رانی کیتکی کی کہانی" اپنے عہد کی داستانوی روایت کو جدّت طرازی سے آگے بڑھاتے ہوئے، عہدِ جدید کی نثری اصناف کی پیش رو بنتی ہے۔ انشاؔ واقعات اور ماحول کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ قاری کے سامنے ایک تصویری کیفیت پیدا ہو جاتی ہے کہانی کا بہاؤ دلچسپی قائم رکھتا ہے اور واقعات ایک ترتیب کے ساتھ آگے بڑھتے ہیں، بچوں کے ادب کی یہ غالب خصوصیت ہے کیونکہ بچوں کی کہانیوں میں دلچسپی، تسلسل اور بہاؤ کا فقدان، بچے کو ادب پارے سے بددل کر دیتا ہے۔ انشا کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے حقیقت اور تخیل کو ملا کر ایک منفرد داستانی دنیا تخلیق کی ہے۔ سادہ الفاظ، محاورے اور جملوں کی روانی کہانی کو دلکش بناتی ہے۔ انشاؔ کی بنیادی کوشش یہ تھی کہ وہ دکھائیں کہ اردو زبان اپنی ساخت میں اتنی وسیع ہے کہ وہ غیر ملکی الفاظ کے بغیر بھی ادبی اظہار کر سکتی ہے۔ کہانی میں ایسے الفاظ، محاورے اور تراکیب استعمال ہوئی ہیں جو ہندوستانی بول چال سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس سے زبان میں ایک خاص سادگی اور روانی پیدا ہوتی یہ تجربہ زبان کے ماہرین کے لیے اس لیے اہم ہے کہ اس سے اردو کے بنیادی ہندوستانی مزاج کا اندازہ ہوتا ہے۔ اور بچوں کے لئے ان کی روزمرہ گھریلو استعمال کی زبان کا ادبی استعمال جو بعد ازاں ملکی زبان کے فروغ کی صورت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ انشاؔ زبان کے بڑے ماہر تھے۔ انہوں نے عوامی گفتگو اور روزمرہ کو اپنی نثر کا حصہ بنایا۔ کہانی میں عام بول چال کے الفاظ مقامی محاورے، ہندی الاصل تراکیب، جذباتی اظہار کے سادہ انداز نمایاں ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انشاؔ کو صرف زبان کے قواعد سے نہیں بلکہ زبان کی عملی زندگی سے بھی گہری واقفیت تھی۔ یہ تمام عناصر بچے کی علمی و ادبی تربیت کا خاصا ہیں جن کی موجودگی کسی بھی تحریر اور مصنف کی کامیابی کی ضمانت ہے۔ اور بلاشبہ انشا اس میں کامیاب رہے ہیں۔ "رانی کیتکی کی کہانی" نا صرف ادبِ اطفال بلکہ اردو زبان و ادب کے حوالے سے بھی اہم ترین تجربہ تھا۔ جس کے اثرات دوررس اور پائیدار رہے۔

حواشی وحوالہ جات

1۔ رابندرناتھ ٹیگور کے نبندھ، ساہتیہ اکیڈمی دہلی، ص، 392 (ہندی)

Britanica Junior Encyclopaedia, voll.11-C,1980, PGN294-2

3۔ دنیا کی قدیم ترین ادبی روایات میں ہندی ادب کو اوّلیت حاصل ہے۔ وید، اپنشد اور دیگر قدیم متون نہ صرف مذہبی بلکہ لسانی، ادبی و فلسفیانہ حوالے سے بھی اہم ہیں۔ یہ ادب انسان، کائنات، اخلاق، زندگی اور موت حیات جیسے موضوعات پر گہری نگاہ ڈالتے ہوئے عالمی ادب و فلسفے کو متاثر کرتا ہے۔ پنچ تنتر اور کلیلہ و دمنہ کی کہانیوں کو عالمی ادب کا اوّلین سرمایہ تسلیم کیا جاتا۔

Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید

جلد نمبر07، شمارہ نمبر01، جون-2026

4۔ نّیر محمد شفیع الدین، "اردو زبان میں بچوں کا ادب" سیمینار "اردو میں بچوں کا ادب" جامعہ ملیہ اسلامیہ

Britanica Junior Encyclopaedia,vol4-C1980, PGN250 B۔5

6۔ا "رانی کیتکی کی کہانی" کی پہلی تخلیق اٹھارہویں صدی کے آخر یا انیسویں صدی کے آغاز میں انشاللہ خان انشا کے عہد سے متعلق ہے، جبکہ اس کے مطبوعہ نسخے بعد کے ادوار میں شائع ہوئے۔ ایک معروف مطبوعہ ایڈیشن 1975ء میں کتاب نگر، لکھنؤ سے شائع ہوا۔ ''رانی کیتکی کی کہانی'' کے سن تاریخ میں اختلاف ہے۔ سعادت علی خان کے مطابق یہ داستان 1798 میں لکھی گئی جبکہ احسن مارہروی اور رام بابو سکسینہ نے اس کی تاریخ تصنیف 1803ئ بتائی ہے۔ مولانا امتیاز علی عرشی کا خیال ہے کہ یہ 1808ئ میں تحریر کی گئی۔

7۔ مظفر حنفی: ڈاکٹر، "اردو میں ادبِ اطفال" مشمولہ "جہات و جستجو" مکتبہ جامعہ لیمیٹڈ، نئی دہلی، 1982ء، ص84

8۔ انشااللہ خان انشا، "رانی کیتکی کی کہانی" شعبہء اردو ممبئ یونیورسٹی، ممبئ، 2011ء، ص24

9۔ 1یضاً ،ص26

10۔ ایضاً ،ص27

11 ایضاً ،ص29

12۔ ایضاً ،

13۔ ایضاً ،ص30

14۔ ایضاً ،ص32

15۔ ایضاً ،